علمائے دیوبند کا مسلک ومشرب

علمی حیثیت سے علمائے دیوبند کی ولی اللّٰہی جماعت 'اہل السنۃ والجماعۃ' ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت اور اجماع وقیاس پر قائم ہے، اس کے نزدیک تمام مسائل میں اول درجہ نقل وروایت اور آثار سلف کو حاصل ہے، جس پر پورے دین کی عمارت کھڑی ہوئی ہے، اس کے یہاں کتاب وسنت کی مرادات محض قوت مطالعہ سے نہیں بلکہ اقوال سلف اور ان کے متوارث مذاق کی حدود میں محدود رہ کر نیز اساتذہ اور شیوخ کی صحبت وملازمت اور تعلیم وتربیت ہی سے متعین ہوسکتی ہیں۔ اسی کے ساتھ عقل ودرایت اور تفقہ فی الدین بھی اس کے نزدیک فہم کتاب وسنت کا ایک بڑا اہم جز ہے، وہ روایات کے مجموعے سے شارع علیہ السلام کی غرض وغایت کو سامنے رکھ کر تمام روایات کو اسی کے ساتھ وابستہ کرتا ہے، اور سب کو درجہ بدرجہ اپنے اپنے محل پر اس طرح چسپاں کرتا ہے کہ وہ ایک ہی زنجیر کی کڑیاں دکھائی دیں؛ اس لئے جمع بین الروایات اور تعارض کے وقت تطبیق احادیث اس کا خاص اصول ہے، جس کا منشاء یہ ہے کہ وہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی چھوڑنا اور ترک کردینا نہیں چاہتا جب تک کہ وہ قابل احتجاج ہو، اسی بنا پر اس جماعت کی نگاہ میں نصوص شرعیہ کسی بھی تعارض اور اختلاف سے مبرا رہ کر ایک ایسا گلدستہ دکھائی دیتا ہے جس میں ہر رنگ کے علمی وعملی پھول اپنے اپنے موقع پر کھلے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اسی کے ساتھ بطریق اہل سلوک (جو رسمیات اور رواجوں اور نمائشی حال وقال سے مبرا اور بری ہے) تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن بھی اس کے مسلک میں ضروری ہے، اس نے اپنے منتسبین کو علم کی رفعتوں سے بھی نوازا اور عبدیت وتواضع جیسے انسانی اخلاق سے بھی مزین کیا، اس جماعت کے افراد ایک طرف علمی وقار، استغناء (علمی حیثیت سے) اور غناء نفس (اخلاقی حیثیت سے) کی بلندیوں پر فائز ہوئے، وہیں فروتنی، خاکساری اور ایثار وزہد کے متواضعانہ جذبات سے بھی بھرپور ہوئے، نہ رعونت اور کبر ونخوت کا شکار ہوئے اور نہ ذلت نفس اور مسکنت میں گرفتار۔ وہ جہاں علم واخلاق کی بلندیوں پر پہنچ کر عوام سے اونچے دکھائی دینے لگتے ہیں وہیں عجز ونیاز، تواضع وفروتنی اور لاامتیازی کے جوہروں سے مزین ہوکر عوام میں ملے جلے اور کأحد من الناس بھی رہے۔ جہاں وہ مجاہدہ ومراقبہ سے خلوت پسند ہوئے وہیں مجاہدانہ اور غازیانہ اسپرٹ نیز قومی خدمت کے جذبات سے جلوہ آرا بھی ثابت ہوئے۔ غرض علم واخلاق، خلوت وجلوت اور مجاہدہ وجہاد کے مخلوط جذبات ودواعی سے ہر دائرۂ دین میں اعتدال اور میانہ روی ان کے مسلک میں ان کی امتیازی شان بن گئی، جو علوم کی جامعیت اور اخلاق کے اعتدال کا قدرتی ثمرہ ہے۔ اسی لئے ان کے یہاں محدث ہونے کے معنی فقیہ سے لڑنے یا فقیہ ہونے کے معنی محدث سے بیزار ہوجانے یا نسبتِ احسانی (تصوف پسندی) کے معنی متکلم دشمنی یا علم کلام کی حذاقت کے معنی تصوف بیزاری

کے نہیں بلکہ ان کے جامع مسلک کے تحت اس تعلیم گاہ کا فاضل درجہ بدرجہ بیک وقت محدث، فقیہ، مفسر، مفتی، متکلم، صوفی (محسن) اور حکیم و مربی ثابت ہوا، جس میں زہد و قناعت کے ساتھ عدم تقشّف، حیا و انکساری کے ساتھ عدم مداہنت، رأفت و رحمت کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، قلبی یکسوئی کے ساتھ قومی خدمت اور خلوت در انجمن کے ملے جلے جذبات راسخ ہو گئے۔ ادھر علم و فن اور تمام ارباب علوم و فنون کے بارے میں اعتدال پسندی، حقوق شناسی اور ادائیگی حقوق کے جذبات ان میں بطور جوہر نفس پیوست ہو گئے۔ بنابریں دینی شعبوں کے تمام ارباب فضل و کمال اور راسخین فی العلم خواہ محدثین ہوں یا فقہاء، صوفیاء ہوں یا عرفاء، متکلمین ہوں یا اصولیین، امراء اسلام ہوں یا خلفاء، ان کے نزدیک سب واجب الاحترام اور واجب العقیدت ہیں۔ جذباتی رنگ سے کسی طبقے کو بڑھانا اور کسی کو گرانا یا مدح و ذم میں حدود شرعیہ سے بے پروا ہو جانا اس جماعت کا مسلک نہیں۔ اس جامع طریق سے دارالعلوم نے اپنی علمی خدمات سے شمال میں سائبیریا سے لے کر جنوب میں سماٹرا اور جاوا تک اور مشرق میں برما سے لے کر مغربی سمتوں میں عرب اور افریقہ تک علوم نبویہ کی روشنی پھیلا دی جس سے پاکیزہ اخلاق کی شاہراہیں صاف نظر آنے لگیں۔

دوسری طرف سیاسی اور ملکی خدمات سے بھی اس کے فضلاء نے کسی وقت بھی پہلوتہی نہیں کیا حتیٰ کہ ۱۸۰۳ء سے ۱۹۴۷ء تک اس جماعت کے افراد نے اپنے اپنے رنگ میں بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں، کسی وقت بھی ان بزرگوں کی سیاسی اور مجاہدانہ خدمات پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا، بالخصوص تیرہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں مغلیہ حکومت کے زوال کی ساعتوں میں خصوصیت سے حضرت شیخ المشائخ مولانا حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی سرپرستی میں ان کے دو مریدان خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ اور ان کے منتسبین اور متوسلین کی مساعی انقلاب، جہادی اقدامات اور حریت و استقلال ملی کی فداکارانہ جدوجہد اور گرفتاریوں کے وارنٹ اور قید و بند وغیرہ وہ تاریخی حقائق ہیں جو نہ جھٹلائی جا سکتی ہیں نہ بھلائی جا سکتی ہیں۔ جو لوگ ان حالات پر محض اس لیے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں کہ وہ خود اس راہ سرفروشی میں قبول نہیں کیے گئے تو اس سے خود ان ہی کی نامقبولیت میں اضافہ ہوگا۔ اس بارے میں ہندوستان کی تاریخ سے باخبر حضرات اور ارباب تحقیق کے نزدیک ایسی تحریریں خواہ وہ کسی دیوبندی النسبت کی ہوں یا غیر دیوبندی کی جن سے ان بزرگوں کی ان جہادی خدمات کی نفی ہوتی ہو نا قابل توجہ اور قطعاً نا قابل التفات ہیں، اگر حسن ظن سے کام لیا جائے تو ان تحریرات کی زیادہ سے زیادہ توجیہ صرف یہ کی جا سکتی ہے کہ ایسی تحریریں وقت کے مرعوب کن عوامل کے نتیجے میں محض ذاتی حد تک حزم و احتیاط کا مظاہرہ ہیں، ورنہ تاریخی اور واقعاتی شواہد کے پیش نظر نہ ان کی کوئی اہمیت ہے نہ وہ قابل التفات ہیں۔ ان خدمات کا سلسلہ مسلسل آگے تک بھی چلا اور انھیں متوارث جذبات کے ساتھ ان بزرگوں کے اخلاف رشید بھی سرفروشانہ انداز سے قومی اور ملی خدمات کے سلسلے میں آگے آتے رہے، خواہ وہ تحریک خلافت ہو یا استخلاص وطن کی جدوجہد، انھوں نے بروقت ان تمام انقلابی اقدامات میں اپنے منصب کے عین مطابق حصہ لیا۔

مختصر یہ کہ علم واخلاق کی جامعیت اس جماعت کا طرۂ امتیاز رہا اور وسعت نظری، روشن ضمیری اور رواداری کے ساتھ دین وملت اور قوم و وطن کی خدمت اس کا مخصوص شعار، لیکن ان تمام شعبہ ہائے زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت اس جماعت میں علوم نبوت کی تعلیم وتعلم کو حاصل رہی ہے، جب کہ یہ تمام شعبے علم ہی کی روشنی میں صحیح طریق پر بروئے کار آسکتے تھے اور اسی پہلو کو اس نے نمایاں رکھا اس لئے اس مسلک کی جامعیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جامع علم و معرفت، جامع عقل وعشق، جامع عمل واخلاق، جامع مجاہدہ وجہاد، جامع دیانت وسیاست، جامع روایت ودرایت، جامع خلوت وجلوت، جامع عبادت ومدنیت، جامع حکم وحکمت، جامع ظاہر وباطن اور جامع حال وقال ہے۔

اس مسلک کو جو سلف وخلف کی نسبتوں سے حاصل شدہ ہے اگر اصطلاحی الفاظ میں لایا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیناً مسلم، فرقۃً اہل السنۃ والجماعۃ، مذہباً حنفی، مشرباً صوفی، کلاماً ماتریدی اشعری، سلوکاً چشتی بلکہ جامع السلاسل، فکراً ولی اللّٰہی، اصولاً قاسمی، فروعاً رشیدی اور نسبتاً دیوبندی ہے۔

الغرض دارالعلوم دیوبند کا مسلک اعتدال سات اصولی بنیادوں پر قائم ہے جو مختصر تشریح کے ساتھ ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) علم شریعت:

اس میں اعتقادات، عبادات، معاملات، وغیرہ کی سب انواع داخل ہیں جن کا حاصل ایمان اور اسلام ہے، بشرطیکہ یہ علم سلف کے اقوال وتعامل کے دائرے میں محدود رہ کر ان مستند علمائے دین اور مربیان قلوب کی تعلیم وتربیت اور فیضان صحبت سے حاصل شدہ ہو، جن کے ظاہر وباطن، علم وعمل اور فہم وذوق کا سلسلہ سند متصل کے ساتھ حضرت صاحبِ شریعت علیہ افضل الصلوات والتحیات تک مسلسل پہنچا ہوا ہو، خود رائی یا محض کتب بینی اور قوت مطالعہ یا محض عقلی تگ وتاز اور ذہنی کاوش کا نتیجہ نہ ہو، گو وہ عقلی پیرایۂ بیان اور استدلالی حجت وبرہان سے خالی بھی نہ ہو کہ اس علم کے بغیر حق وناحق، حلال وحرام، جائز وناجائز، سنت وبدعت اور مکروہ ومندوب میں امتیاز ممکن نہیں اور نہ ہی اس کے بغیر دین میں خود رو تخیلات، فلسفیانہ نظریات اور بے جا توہمات سے نجات ممکن ہے۔

(۲) پیرویٔ طریقت:

یعنی محققین صوفیہ کے سلاسل اور اصول مجربہ کے تحت (جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں) تہذیب اخلاق، تزکیۂ نفس اور سلوک باطن کی تکمیل، کہ اس کے بغیر اعتدالِ اخلاق، استقامتِ ذوق ووجدان، باطنی بصیرت، ذہنی پاکیزگی اور مشاہدۂ حقیقت ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ یہ شعبہ اسلام وایمان کے ساتھ احسان سے متعلق ہے۔

(۳) اتباعِ سنت:

یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں سنت نبویؐ کی پیروی اور ہر حال وقال اور ہر کیفیت ظاہر وباطن میں ادبِ شریعت

برقرار رکھ کر سنت مستمرہ کا غلبہ، کہ اس کے بغیر رسوم جہالت، رواجی بدعات ومنکرات اور باوجود احوال باطن کے فقدان کے محض رسمی طور پر اہل حال کے وجدی شطحیات وکلمات کی نقالی یا انھیں شریعت کے متوازی ایک مستقل قانون عام کی صورت دیے دیئے جانے کی بلا سے نجات ممکن نہیں۔

(۴) فقہی حنفیت:

اسلامی فرعیات اور اجتہادیات کا نام فقہ ہے، اور اکابر دارالعلوم چونکہ عامۃً حنفی ہیں اس لیے فقہی حنفیت کے معنی اجتہادی فرعیات میں فقہ حنفی کا اتباع اور مسائل وفتاویٰ کی تخریج میں اسی اصول تفقہ کی پیروی کے ہیں کہ اس کے بغیر استنباطی مسائل میں ہوائے نفس سے بچاؤ اور تلفیق کے راستے سے مختلف فقہوں میں تلون کے ساتھ دائر سائر رہ کر عوام کی حسب خواہش، نفس مسائل میں قطع وبرید یا ہنگامی حالات کی مرعوبیت سے ذہنی قیاس آرائی اور لاعلمی کے ساتھ مسائل میں جاہلانہ تصرفات اور اختراعات سے اجتناب ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ یہ شعبہ اسلام سے متعلق ہے۔

(۵) کلامی ماتریدیت:

یعنی اعتقادات میں فکر صحیح کے ساتھ طریق اہل سنت والجماعت اور اشاعرہ وماتریدیہ کے تنقیح کردہ مفہومات اور مرتب کردہ اصول وقواعد پر عقائد حقہ کا استحکام اور قوت یقین کی برقراری کہ اس کے بغیر زائغین کی شک اندازیوں اور فرق باطلہ کے قیاسی اختراعات اور اوہام وشبہات سے بچاؤ ممکن نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ شعبہ ایمان سے متعلق ہے۔

(۶) دفاع زیغ وضلالت:

یعنی متعصب گروہ بندوں اور ارباب زیغ کے اٹھائے ہوئے فتنوں کی مدافعت، مگر وقت کی زبان وبیان میں اور ماحول کی نفسیات کے شعور کے ساتھ وقت ہی کے مانوس وسائل کے ذریعہ جس سے اتمامِ حجت ہو۔ نیز مجاہدانہ روح کے ساتھ ان کے استیصال کی مساعی کہ اس کے بغیر ازالۂ منکرات اور معاندین کی دست برد سے شریعت کا تحفظ ممکن نہیں، اس میں ردّ شرک وبدعت، ردِّ الحاد ودہریت، اصلاحِ رسوم جاہلیت اور حسبِ ضرورت تحریری یا تقریری مناظرے، اور تغییر منکرات سب شامل ہیں، ظاہر ہے کہ یہ شعبہ اعلاء کلمۃ اللہ بفحوائے ''لتکون کلمة الله هی العلیا'' اور اظہار دین بفحوائے ''لیظهره علی الدین کله'' اور عام نظمِ ملت سے متعلق ہے۔

(۷) ذوقِ قاسمیت ورشیدیت:

پھر یہی پورا مسلک اپنی مجموعی شان سے جب دارالعلوم دیوبند کے مربیانِ اول اور نبض شناسانِ امت حضرت

نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمہما اللہ کے روح وقلب سے گزر کر نمایاں ہوا تو اس نے وقت کے تقاضوں کو اپنے اندر سمیٹ کر ایک خاص ذوق اور خاص رنگ کی صورت اختیار کر لی جسے مشرب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ دستورِ اساسی دارالعلوم دیوبند منظور شدہ شعبان ۱۳۶۸ھ میں اس حقیقت کو بایں الفاظ کہا گیا ہے کہ ''دارالعلوم دیوبند کا مسلک اہل السنۃ والجماعۃ حنفی مذہب اور اس کے مقدس بانیوں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہما کے مشرب کے موافق ہوگا''۔ (دستورِ اساسی ص:٦)

اس لیے مسلکِ دارالعلوم دیوبند کے اجزاء ترکیبی میں یہ جز ایک اہم عنصر ہے جس پر دارالعلوم کی تعلیم وتربیت کا کارخانہ چل رہا ہے، جو احسان کے تحت آتا ہے جب کہ اس کا تعلق روحانی تربیت سے ہے، پس علم شریعت، پیروئ طریقت، اتباعِ سنت، فقہی حنفیت، کلامی ماتریدیت، دفاعِ ضلالت اور ذوقِ قاسمیت و رشیدیت اس مسلک اعتدال کے عناصر ترکیبی ہیں، جو ''سبع سنابل فی کل سنبلة مأة حبة'' کا مصداق ہیں، ان سبع سنابل کو اگر شرعی زبان میں ادا کیا جائے تو ایمان، اسلام، احسان اور اظہارِ دین سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ہر نمبر میں اسکی طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اگر کہا جائے کہ ان ہی دفعاتِ سبعہ کا مجموعہ بہ تفصیلات بالا دارالعلوم دیوبند کا مسلک حدیث جبریل ہے تو بے محل نہ ہوگا۔

پھر ان تمام بنیادی عناصر کی بنیاد واساس کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماعِ امت اور قیاسِ مجتہد ہے، جن میں سے پہلی دو حجتیں تشریعی ہیں جن سے شریعت بنتی ہے اور آخر کی دو حجتیں تفریعی ہیں جن سے شریعت کھلتی ہے، پہلی دو حجتیں منصوصات کا خزانہ ہیں جو روایتی ہیں، جن کے لیے سند و روایت ناگزیر ہے اور دوسری دو حجتیں درایتی ہیں جن کے لیے تربیت یافتہ عقل وفہم اور تقویٰ شعارِ ذہن وذوق ناگزیر ہے، اس لیے یہ مسلک اعتدال نقلی بھی ہے اور عقلی بھی، روایتی بھی ہے اور درایتی بھی، مگر اس طرح کہ نہ عقل سے خارج ہے نہ عقل پر مبنی، بلکہ عقل ونقل کی متوازن آمیزش سے بایں اندازہ بر پاشدہ ہے کہ نقل اور وحی اس میں اصل ہے اور عقل اس کی ہمہ وقتی خادم اور کار پرداز ہے۔

اس لیے علمائے دیوبند کا یہ مسلک نہ تو عقل پرست معتزلہ کا مسلک ہے جس میں عقل کو نقل پر حاکم اور متصرف مان کر عقل کو اصل اور وحی یا اس کے مفہوم کو عقل کے تابع کر دیا گیا ہے؛ جس سے دین فلسفۂ محض بن کر رہ جاتا ہے، عوام کے لیے زندقہ کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں اور ساتھ ہی سادہ مزاج عقیدت مندوں کا کوئی رابطہ دین سے قائم نہیں رہتا، اور نہ یہ مسلک ظاہریہ کا مسلک ہے، جس میں الفاظ وحی پر جمود کر کے عقل و درایت کو معطل کر دیا گیا ہے، اور دین کے باطنی علل واسرار اور اندرونی حکم ومصالح کو خیر باد کہہ کر اجتہاد اور استنباط کی ساری راہیں مسدود کر دی گئی ہیں، جس سے دین ایک بے حقیقت بلکہ بے معنویت غیر معقول اور جامد شے بن کر رہ جاتا ہے اور دانش پسند اور حکمت دوست افراد کا اس سے کوئی علاقہ باقی نہیں رہتا، تو ایک مسلک میں عقل ہی عقل رہ جاتی ہے اور ایک مسلک میں عقل معطل اور بے کار؛ ظاہر ہے کہ یہ دونوں جہتیں افراط وتفریط اور ''وکان امره فرطا'' کی راہیں ہیں جن سے یہ متوسط اور جامع ومعتدل دین بری ہے۔ اس لیے دین کا جامع عقل ونقل مسلک یہی ہے اور یہی ہو بھی سکتا ہے کہ

تمام اصول وفروع میں عقل سلیم نقل صحیح کے ساتھ ہمہ وقت وابستہ رہے مگر دین کے ایک مطیع وفرمانبردار خادم اور پیش کار کی طرح کہ اس کی ہر ایک کلی و جزئی کے لیے عقلی براہین، معقول دلائل اور حسی شواہد نظائر فراہم کرتی رہے جس سے دین، امت کے ہر طبقہ کے لیے قابل قبول اور ہمہ جہتی دستورِ حیات ثابت ہو اور یہ امت ''وجعلناکم امة وسطا'' کی صحیح مصداق دکھائی دے، یہی مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک کہلاتا ہے اور علمائے دیوبند اس مسلک کے نقیب اور علم بردار ہیں، اسی لیے وہ اس مسلکِ جامع اور ان تمام دینی علوم کے اجتماع سے بیک وقت مفسر بھی ہیں اور محدث بھی، فقیہ بھی ہیں اور متکلم بھی، صوفی بھی ہیں اور مجاہد ومفکر بھی اور پھر ان تمام علوم کے امتزاج سے ان کا مزاج معتدل بھی اور متوسط بھی، یہی وجہ ہے کہ ان کے جماعتی مزاج میں نہ غلو ہے نہ مبالغہ، اور اس وسعت نظری کی بدولت نہ تکفیر بازی ہے نہ دشنام طرازی، نہ کسی کے حق میں سب وشتم ہے نہ بدگوئی، نہ عناد وحسد اور طیش ہے اور نہ غلبۂ جاہ ومال اور افراطِ عیش، بلکہ صرف بیانِ مسئلہ ہے اور اصلاحِ امت یا احقاقِ حق ہے اور ابطالِ باطل، جس میں نہ شخصیات کی تحقیر اور بدگوئی کا دخل ہے، نہ مغرورانہ طعن واستہزاء کا، ان ہی اوصاف واحوال کے مجموعہ کا نام دارالعلوم دیوبند ہے، اور اسی علمی وعملی ہمہ گیری سے اس کا دائرۂ اثر دنیا کے تمام ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔

ماخذ:

- مسلک علمائے دیوبند، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
  بحوالہ تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۴۲۴ تا ۴۳۵